جمع کرنا چاہیے اور بہتر ہوگا کہ شرکاء کا تعین بھی مشورے سے ہو جائے۔'' حضرت نے ان تمام باتوں کو منظور فرمایا اور اس طرح یہ مجلس خوشگوار ماحول میں ختم ہوئی۔

اس کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت نے جامعہ فاروقیہ میں ختم بخاری کے موقع پر اس مسئلے کو دوبارہ اپنی تقریر کا موضوع بنایا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی ذکر فرمایا کہ اس کے لیے ایک اجتماع کرنے کا ارادہ ہے۔ اس کے بعد اطلاع ملی کہ وفاق کے ممتحنین کا جو اجتماع دار العلوم کراچی میں ہونے والا ہے، اس وقت حضرت بھی یہیں تشریف فرما ہوں گے اور اجتماع کے سلسلے میں اسی موقع پر ہم سے بات کریں گے۔ وفاق کے ممتحنین کا اجتماع دار العلوم میں ہوا اور حضرت نے روزانہ یہاں پورے پورے دن قیام فرمایا، لیکن از خود کوئی بات اس سلسلے میں نہیں کی۔

تین چار روز اس طرح گزر جانے پر میں نے چہارشنبہ ۱۷ شعبان ۱۴۲۹ھ کو حضرت سے وقت لے کر حضرت کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ نے جس اجتماع کا ذکر فرمایا تھا، اس کے بارے میں آپ نے کیا سوچا ہے، وہ کب اور کس طرح بلانے کا ارادہ ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ ''کل ہی ہماری میٹنگ ہوئی ہے جو صبح دس بجے سے شام تین بجے تک جاری رہی۔'' میں نے پوچھا کہ اس میٹنگ میں کون حضرات تھے؟ اس پر انھوں نے کراچی کے مختلف علماء کے نام لیے اور بتایا کہ بنوری ٹاؤن کے ایک مفتی صاحب نے ایک مفصل تحریر لکھی ہے جس کی کل خواندگی کی گئی ہے، البتہ ابھی وہ نامکمل ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ ''سودی بینکاری کا متبادل کوئی نظام تو ہونا چاہیے، مگر وہ ایسا ہو جو اشکالات سے خالی ہو۔'' میں نے عرض کیا کہ اسی کے پیش نظر تو یہ طے ہوا تھا کہ اشکالات مرتب کر کے اس پر غور کر لیا جائے، لہٰذا کیا یہ تحریر مرتب ہونے کے بعد ہمارے سامنے لائی جائے گی؟ اس پر حضرت نے فرمایا کہ ابھی اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔............ جب میں نے یہ عرض کیا کہ جو تحریر مرتب ہو رہی ہے، وہ ہمارے سامنے بھی آ جائے تو وہ گفتگو کی بنیاد بن سکے گی تو حضرت نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں تو مفتی نہیں ہوں اور نہ مجھے ان معاملات کا زیادہ علم و تجربہ ہے، البتہ مختلف مفتی حضرات کو اشکالات ہیں اور انھیں یہ خطرہ ہے کہ اگر یہ تحریر آپ کے سامنے لائی جائے گی تو آپ یہ کہہ دیں گے کہ ''یہ بھی ایک رائے ہے اور ہم اس پر غور کریں گے۔'' میں نے عرض کیا کہ تحریر سامنے آنے کے بعد دونوں ہی احتمال ہیں۔ یہ بھی کہ اس کے مندرجات سے اتفاق ہو جائے اور یہ بھی کہ اتفاق نہ ہو اور اجتماع کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ باہمی گفت و شنید سے افہام و تفہیم ہو سکے اور یہ احتمال جانبین کے سامنے رہنا چاہیے۔ حضرت نے اس پر سکوت فرمایا۔ پھر میں نے پوچھا کہ ''کیا اس سلسلے میں میرے کرنے کا کچھ کام ہے؟'' حضرت نے فرمایا کہ ''نہیں''۔ اس کے بعد بندہ واپس آ گیا۔

حضرت کی اس گفتگو سے میں نے تاثر یہی لیا کہ وہ سلسلے کے کسی مشورے میں ہمیں شریک کرنے کے بجائے یک طرفہ طور پر ہی کوئی اجتماع منعقد کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۲۵ شعبان ۱۴۲۹ھ کو جامعہ فاروقیہ میں ایک اجتماع بلایا گیا جس میں بیرون کراچی سے بھی علماء شریک تھے۔ اس کی اطلاع ہمیں نہیں دی گئی اور ۲۶ شعبان ۱۴۲۹ھ کو اخبارات میں یہ فتویٰ شائع ہو گیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا صوفی محمد سرور اور حضرت مولانا سلیم اللہ خان کے مابین مراسلت

(۱)

باسمہ تعالیٰ

محترم جناب مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! مزاج گرامی؟

دو مسئلوں میں آپ حضرات کی تحقیق بندہ نے بغور پڑھی (اسلامی بنکنگ اور تصویر والا مسئلہ)۔ کافی عرصہ سے مختلف تحریرات کے ذریعے چند باتیں سننے میں آئیں۔

میں اس وقت کسی کی طرف داری یا ثالثی نہیں کر رہا، بلکہ آپ جیسی عظیم شخصیت کی طرف سے [جو] اختلاف رائے کو اعتدال سے تجاوز کر کے پیش کیا گیا اور فریقین کی مکمل گفتگو سنے بغیر اس قدر تشدد کے ساتھ تذلیل والا رویہ اختیار کیا گیا، اس کا ذکر کر رہا ہوں، جبکہ اظہار حق کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ آپ کے اور آپ کے رفقاء کرام کے خیال میں جو حق تھا، وہ ظاہر کر دیا جاتا۔ پھر سائل کو حق ہوتا کہ وہ آپ کی بات سے اتفاق کرے یا دوسرے فریق کی رائے اختیار کرے۔ کسی مسئلے پر تشدد کا حق کسی کو نہیں ہے۔، جبکہ فریق ثانی کے علماء بھی گمراہ نہیں ہیں، بلکہ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ جیسے بزرگوں کے معتمد ہیں۔

مجھے بحیثیت آپ کے استاد ہونے کے جناب کے اس سخت رویے سے بہت افسوس ہوا کہ اس واقعے سے علماء اور عوام کے اندر جو تاثر قائم ہوا، اس کے نتائج بہت سنگین ہیں۔ آپ نے یہ انداز اختیار کر کے راہ تذلیل کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی، کیونکہ ہمارے اکابرین کے مابین بھی اختلاف رہا، مگر اس انداز کا رویہ کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔ جبکہ ہمارے اسلاف کا طرز مبارک یہی تھا کہ جب تک کسی بھی معاملے میں فریقین کے مکمل دلائل کا بغور جائزہ نہ لیتے، اس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرتے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ آئندہ اس قسم کے معاملات میں بہت احتیاط سے کام لیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ جو کہ یقیناً آپ کے مرتبے اور شرف کے عین مطابق ہے اور بندہ کا یہ خیر خواہانہ مشورہ ہے۔

بندہ آپ کے حق میں دعا گو و دعا جو ہے۔

محمد سرور عفی عنہ

مدرس جامعہ اشرفیہ بتدریس بخاری

۲۰۰۹/۱/۳۰ / ۱۴۳۰/۲/۳ھ

(۲)

حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی؟

آج ہر طرف سے فتنوں کا سیلاب امڈ رہا ہے۔ منصوصات سے انکار، تحریف اور غلط تاویلات کی گرم بازاری ہے۔ عوام تو عوام ہیں، خواص کا حال بھی مختلف نہیں ہے۔ ہر ذی شعور اپنے اپنے حلقے میں یہ مناظر دیکھ کر دل گرفتہ اور شکستہ خاطر ہو کر نڈھال ہو رہا ہے۔

وراثت نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کا تقاضا ہے کہ ان فتنوں کا تعاقب کیا جائے، لیکن ہم نے مفادات کو مقدم کیا ہوا ہے اور شخصی مصلحتوں کی حفاظت کی فکر میں لگے ہیں یا پھر احساس و ادراک نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ مدرسہ اور مسجد اور گھر میں سبق پڑھا دینا، امامت وخطابت کر لینا، اللہ اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہونا ہمارے نزدیک اتباع سنت کے لیے کافی قرار پایا ہے۔

ہمارے اکابر کی تاریخ بھی فتنوں کے تعاقب کے حوالے سے معلوم ومعروف ہے اور بلاشبہ وراثت نبوت (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وسلام) کا حق فتنوں کے تعاقب کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر ہم نے فتنوں کو اسی رفتار سے بڑھنے دیا تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ پھر ہمارا انجام کیا ہوگا۔

جناب والا نے تصویر اور مروجہ اسلامی بینکاری کی تردید کرنے والوں کو فریق اول اور حمایت کرنے والوں کو فریق ثانی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''فریقین کی مکمل گفتگو سنے بغیر اس قدر تشدد کے ساتھ تذلیل والا رویہ اختیار کیا گیا۔''

حضرت والا! فریقین کی گفتگو ان مسائل پر ایک مرتبہ نہیں، مختلف اوقات میں کراچی کے مفتیان کرام کی سطح پر طویل مدت سے ہوتی رہی ہے اور فریق ثانی کی کتابیں اور کتابچے مسلسل شائع ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ پھر فریق اول کا مسئلہ بیان کرنا اور فریق ثانی کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دلائل سے اس کو مزین کرنا تشدد کیونکر قرار دیا جا رہا ہے؟ کتاب ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیں۔ احترام کا لحاظ کیا گیا ہے یا نہیں؟

فریق ثانی یقیناً بہت سی صفات حسنہ سے متصف ہے، لیکن معصوم تو نہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے معتمد ہیں، لیکن تصویر کے مسئلے میں ان سے اختلاف کر رہے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی کے بیٹے کی شادی میں وڈیو فلم بنائی گئی۔ جب اعتراض ہوا تو فرمایا: جائز ہے۔ کیا جن دو بزرگوں کے اعتماد کا حوالہ دیا گیا ہے، ان کی حیات میں یہ فلم بنائی جاتی؟ اور اگر بنائی جاتی تو ان بزرگوں کا ردعمل کیا ہوتا؟ جناب کا کیا خیال ہے؟ اور ذرا اس پر بھی غور فرمائیں کہ اس طرح کی فلم بنانے کے وقت کا ماحول کیا ہوتا ہے؟ حجاب کے احکام کی کتنی رعایت کی جاتی ہے؟

حضرت والا کو خادم کے رویے پر تو بہت افسوس ہے اور ان خلاف شرع حرکتوں پر بھی افسوس ہے یا نہیں؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

اکابر اور اسلاف کا طرز مبارک ہی تو اختیار کیا گیا ہے۔ فریقین کے مکمل دلائل سامنے آنے کے بعد ہی رائے قائم کی گئی ہے۔ حضور بھی علم و دانش کے بڑے مینار ہیں۔ فریق ثانی نے آج تک سوائے الزام تراشی، یاوہ گوئی اور کذب وافترا کے کسی فقہی اشکال کا جواب نہیں دیا۔ اگر حضرت مہربانی فرما کر جواب باصواب مرحمت فرمائیں تو بڑا ہی احسان ہوگا۔

حضرت اقدس! جدیدیت کا فتنہ ہم پر مسلط ہے۔ یہ سارا فساد اسی وجہ سے ہے۔ ہم نے اکابر و اسلاف سے بے نیاز ہو کر نیا دین ایجاد کرنا اپنا وطیرہ بنایا ہوا ہے۔

احقر حضرت والا کے التفات خاص پر بے حد مشکور ہے۔ جزاکم اللہ کل خیر۔ آمین

محتاط تو تھا ہی، اور احتیاط کروں گا۔

خادم نے اپنے خیالات کا اظہار بہت محتاط انداز میں کیا ہے، ورنہ لکھنے کو تو بہت سی باتیں ہیں۔ ان کو لکھا جائے تو حضرت بھی غم زدہ ہی ہوں گے۔

والسلام

سلیم اللہ خان

۷/صفر ۱۴۳۰ھ/ ۳ فروری ۲۰۰۹ء

(۳)

۱۴۳۰/۲/۲۰ھ / ۱۶/۲/۲۰۰۹

باسمہ تعالیٰ

برادرم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   مزاج گرامی؟

۱۔ میرا مقصد کسی کو فریق اول یا ثانی سمجھنا نہیں تھا اور نہ ہی کسی فریق کی طرف داری مقصود تھی اور نہ ہی اب ہے۔

۲۔ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جو بیٹے کی شادی پر مووی بنانے کی اجازت دی، وہ ان کا ذاتی فعل ہے جو غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ایک مرسل روایت کا مفہوم ہے کہ جب کسی عالم سے غلطی ہو جائے تو تین کام کرنے چاہییں:

o اس کی غلطی کا چرچا نہ کیا جائے۔

o اس کی اس غلطی میں اتباع نہ کی جائے۔

o اس کو اس غلطی سے بچانے کے لیے خوب دعائیں کی جائیں۔

۳۔ جو حضرات اسلامی بینکاری کا مسئلہ مجھ سے پوچھتے ہیں، میں یہی بتاتا ہوں کہ جن کو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب پر اعتماد ہے، وہ جو حساب کتاب کرنا چاہیں، ان کے اعتماد پر کریں۔ میں خود نہ اسلامی بینکاری میں حصہ لیتا ہوں نہ اس کا کسی کو خود مشورہ دیتا ہوں، البتہ چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لیے میں کسی کو یہ نہیں کہتا کہ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی سرپرستی والے بینکوں سے بچو، وہ نام نہاد اسلامی بینکاری ہے۔

۴۔ مدارس میں بھیجی گئی تحریر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض علماء کرام کا جیسا خیال ہے کہ دوسرے بینکوں میں حرام کو حرام سمجھا جاتا ہے اور ان اسلامی بینکوں میں حرام کو حلال سمجھا جانے لگا ہے۔ جناب اس بات کا اندازہ فرمائیں کہ اگلا قدم ایک دوسرے کی تکفیر کی طرف بڑھ سکتا ہے۔

۵۔ بندے کا جناب کو برادرانہ مشورہ پہلے بھی تھا۔ اب بھی ایک تو احتیاط کا ہے اور دوسرا اگر مناسب خیال فرمائیں تو ان دو مسئلوں میں اپنی رائے کا اظہار فرما کر فریقین سے غیر جانب دار ہو جائیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے۔ بندہ کی رائے بھی ان دونوں مسئلوں میں احتیاط والی جانب ہی ہے، مگر اس بات کا اظہار ۳۱ علماء کے دستخط کے ساتھ نہ کرنا چاہوں گا کیونکہ ۳۱ علماء کے دستخطوں پر ''چاروں صوبوں کا متفقہ فتویٰ'' کا عنوان نہیں سجتا۔

بڑی شخصیتوں کو بڑے پلیٹ فارم پر بڑا حوصلہ و نرم رویہ رکھنا پڑتا ہے جو جناب کے شایان شان معلوم ہوتا ہے۔

نیز ایک دعا خود بھی کروں گا ان شاء اللہ اور جناب سے بھی کہوں گا کہ یہ دعا فرماتے رہیں کہ خدا کرے، علماء اور وفاق کو توڑنے کی کبھی سازش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حامی و ناصر ہوں۔ آمین

بندہ دعا گو و دعا جو ہے۔

محمد سرور عفی عنہ

مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور